سلسلہ اشاعت امامیہ مشن پاکستان لاہور ۱۶۰

حسین علیہ السلام شہید

از

علامہ سید اختر علی صاحب تلہری دام ظلہ

قیمت :- ۶ پیسہ

امامیہ مشن پاکستان ٹرسٹ لاہور

کے سلسلہ اشاعت کا نمبر ۱۶۰ "حسین شہید" آپ کے زیر نظر ہے
یہ کتابچہ امسال امامیہ مشن لکھنؤ کی طرف سے بھی ان کے سلسلۂ اشاعت
نمبر ۳۷۶ کے تحت شائع ہو رہا ہے۔

جناب مولانا سید اختر علی تلہری دام ظلہ علمی و ادبی دنیا میں محتاج
تعارف نہیں۔ آپ کی تحریریں مذہبی اور ادبی حلقوں میں برابر قدر کی
نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں۔ فاضل ممدوح نے حضرت امام حسین علیہ السلام
کے بارے میں اس مختصر کتابچے میں بڑے کام کی باتیں کہی ہیں۔ ضرورت ہے
کہ افراد ملت اس کو زیادہ سے زیادہ مفت تقسیم فرما کر عند اللہ و عند الرسول
ہوں۔ مفت تقسیم کے لئے قیمت میں پچاس فیصد رعایت دی جاتی ہے
امام مظلوم کے خون ناحق کی نشر و اشاعت کی یہ آسان ترین صورت ہے
امید ہے کہ عاشقان حسین مظلوم اس فرض کی ادائیگی میں بڑھ چڑھ
کر حصہ لیں گے۔ والسلام

آنریری جنرل سیکرٹری

امامیہ مشن پاکستان۔

مئی ۱۹۶۳ء

چھ ہزار

(تعلیمی پریس لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسینؑ شہید

دُنیا میں خونی آویزشیں برابر ہوتی رہتی ہیں۔ اور اس سلسلے میں بہت سے جانداروں کی لاشیں خاک و خون میں لوٹتی ہیں۔ لیکن ان معرکوں میں کام آنے والوں کو اصطلاحی زبان میں بالعموم شہید نہیں کہا جاتا، ڈاکوؤں کے دو وحشی القلب گروہ جوع الارض میں مبتلا۔ دو حکمران اگر باہم ٹکرا جائیں۔ اور تلواروں کی نوکیں اور برچھیوں کی انیاں ایک دوسرے کے سینے میں پیوست ہو جائیں تو اس سے ان کے لہو کی چھینٹیں محترم نہیں بن جاتیں وہ "حیاتِ سرمدی" کا استحقاق انہیں حاصل نہیں ہو جاتا۔

سوال ہوگا پھر آخر شہدا کے خطاب سے کس قسم کے

مقتولین سرفراز ہو سکتے ہیں؟

جواب واضح ہے، کچھ خدا کے بندوں کا کسی پاکیزہ روحانی مقصد کے لئے ایزد عزوجل کی رضا مدنظر رکھتے ہوئے اپنے جسموں کو خون کے پیاسے تلواروں اور نیزوں کے لئے پیش کر دینا۔ دار پر کھنچ جانا، پھانسی کے تختہ پر چڑھ جانا، جام زہر شربت کی طرح پی جانا، مختصر لفظوں میں فی سبیل اللہ جان دے دینا شہادت ہے۔

جب کچھ عیش و عشرت کے بندے "نفس امارہ" کے احکام کے پرستار، انسانی دیانتوں کے تابناک زروجواہر کے لٹیرے خدا کی مخلوق کو غلام بنا لینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی آزاد روحوں کو مختلف غیر فطری قیدوں میں جکڑ دینا چاہتے ہیں۔ جب "وحدہٗ لاشریک" کے عباد کی زبانیں اپنی زبانیں نہیں رہتیں، ان کے ضمیر کی آوازیں جبر سے دبا دی جاتی ہیں۔ ایزدی احکام برابر روندے جاتے ہیں۔ اور ظلم و جور کا سکہ عام طور سے چلنے لگتا ہے تو یہ حالت ان برگزیدہ بندوں کے تحمل سے باہر ہو جاتی ہے۔ جو انسانی دیانت کے اصولوں کے تحفظ کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر

دینے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔

وہ پہلے ان گم کردہ راہ افراد کو ہر طریقہ سے سمجھاتے ہیں۔ اور بتاتے ہیں۔ کہ یہ طور طریقے بالکل ہی غیرانسانی ہیں۔ اعمال وافعال کا یہ فسق و فجور، ایزد تعالیٰ کے قہر و غضب کی بجلیوں کو دعوت دینے والا ہے۔ جبرواستبداد کی یہ سخت گیر حکومت اس کی نگاہوں میں نہ معاف ہونے والی تمدنی معصیت ہے، غرضیکہ ان کو راہ راست پر لانے کی جو شریفانہ تدبیریں ہو سکتی ہیں انہیں ایک ایک کر کے آزما لیا جاتا ہے۔ اور ضرور حجتیں سب تمام کر لی جاتی ہیں ——
جب کوئی چارہ کار باقی نہیں رہتا اور جبر و استبداد کی یہ طاغوتی قوتیں سر نہیں جھکاتیں۔ تو پھر یہ پُر جگر برگزیدہ انسانی دیانتوں کے محافظ بندے، ان کے مقابلہ میں پا مردای کے ساتھ صف آرا ہو جاتے ہیں۔ اور ان غیرانسانی طاقتوں کے خلاف وقت کے مناسب انقلاب پیدا کرنے کی سعی جمیل میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ امکانی حیثیت تک وہ اپنے نفوس تہلکہ میں نہیں ڈالتے، خواہ مخواہ بلا ضرورت اعدائے حق کے کھینچے

ہوئے خنجروں پر اپنے گلے نہیں رکھ دیتے۔ لیکن جب حمایت دین و ملّت کی تنگ و پو میں چمکتی ہوئی برچھیوں کی نوکیں سینوں کے سامنے آہی جاتی ہیں۔ اور ان سے بچنا ان کے اصلی مقصد حیات کو نقصان پہنچانے کا موجب ہوتا ہے۔ تو پھر مسکراتے ہوئے اپنے طیب و طاہر خون سے ان انسانیت دشمنوں کے پیاسے نیزوں کو سیراب کرتے ہیں۔ پُرغرور و پرنخوت حکمرانوں کے قید و بند کی سختیاں جھیلتے ہیں۔ ان کی خون آشامی وسفاکی کا نشانہ بنتے ہیں۔

یہی وہ محترم نفوس ہیں جو شہدا کے نام سے نوازے جاتے ہیں۔

انہیں پُردل و پُرجگر دلاوروں کا لہو، یزداں شناسی کے راستے امتیاز بین الحق والباطل کے واضح نشان قائم کر دیتا ہے۔ انہیں روحانی حوصلہ مندوں کا خون کی عبائیں تن تن کر اوڑھنا، زبانی دیانتوں کو کفر و ضلال کے پھیلے ہوئے سیاہ دامنوں کے سایہ سے محفوظ رکھتا ہے۔

تاریخ کے صفحات میں اس سرفروش گروہ کے متعدد افراد سے ہمارا تعارف ہوتا ہے۔ احقاق حق کے جرم

ہیں بارہا تھا صاحبان باری دار پر کھینچے گئے ہیں۔ آروں سے ان کے مطہر بدن دو نیم کئے گئے ہیں۔ زندان جفا میں حکومت کا تیار کیا ہوا زہر ہلاہل کا پیالہ خوشی خوشی انہیں پیتے ہوئے پایا گیا ہے لیکن ۶۱ھ والا یادگار واقعہ جس کے روحانی تصرف نے کچھ عرصہ کے لیے نظام عالم بدل دیا۔ اس نوعیت کے تمام واقعات میں خاص امتیاز رکھتا ہے۔

طاغوتی عساکر و افواج نے میدان نینوا میں فرات کے کنارے، خدا کے اس برگزیدہ بندے پر ایک جابر سلطان کی عبودیت کا قلادہ گردن میں نہ ڈالنے کے جرم پر جو مظالم توڑے تھے ان کے دیکھنے اور سننے کا کیا ذکر، مشکل ہی سے کسی بشر کے دل میں ان کا خطور بھی ہوا ہوگا۔ کون سا ظلم ایسا تھا جو اس شہید پر روا نہ رکھا گیا ہو۔ لیکن اس کے مقدس ارادے میں کوئی فرق نہیں آیا۔

حسینؑ ایزد بے ہمتا کا سچا بندہ تھا، اپنے معبود کی مرضی پر چلنا اس کا واحد نصب العین تھا۔ وہ یہ کیونکر گوارا کر سکتا تھا کہ اس کے نانا کی اُمّت جو حقیقی حریت و آزادی کی نقیب قرار دی گئی تھی اور جس کا مسلک یہ بتایا گیا تھا کہ

اس کے سر واحد قہار کے سوا اور کسی کے سامنے نہ جھکیں، ذلیل طریقہ سے غلام بنائی جائے، اور اس کے سر پر خود ساختہ حکمراں "اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ" بن کر بیٹھ جائیں۔ اس کے نزدیک سچے انسانوں کا کام غلاموں کے کانوں سے عبودیت کے حلقے توڑ کر پھینک دینا تھا۔ خود غلام بن جانا نہیں۔ استبداد و تمرّد، نخوت و رعونت کے منصوبوں کی بنیادیں گرا دینا تھا۔ اپنی بے وقت کی خاموشی سے ان کا اور مضبوط کر دینا نہیں ؛۔